ڈاکٹر محمد خاں اشرف کا تنقیدی شعور

ڈاکٹر محمد امجد عابد

Dr. Muhamad Amjad Abid

Lecturer, Department of Urdu

University of Education, Lahore

Abstract:

Dr. Muhammad Khan Ashraf is well reputed as a very important researcher, poet and critic of Urdu Literature. His criticism is fundamentally concerned with romanticism, sociological and social matters. He puts a critic eye on social life of the ancient and modern era. He introduced impartiality and originality with a daring expression in Urdu criticism. He stresses on contextual realities in his criticism. The purpose of this article is to highlight the impartialism, modern trends and different angles of the criticism of Dr. Muhammad Khan Ashraf.

ڈاکٹر محمد خاں اشرف اردو ادب میں منفرد مزاج کے حامل رومانوی نقّاد ہیں۔آپ کا شماران نقادوں میں ہوتا ہے جو لگی لپٹی رکھے بغیر دوٹوک انداز میں بات کرتے ہیں۔جدلیاتی اور تجزیاتی نقطہ نظر لیے آپ کا قلمِ نقد رومانویت پر تنقیدی و تحقیقی ہر دو اعتبار سے فُرسا ہوا ہے۔آپ کی تنقید کا رجحان ’’رومانوی‘‘ سہی تاہم آپ نے اپنی تحریروں میں انفرادی طرز سے جہانِ معنی کے وہ نئے گوشے دریافت کیے ہیں جن سے رومانوی ادب تشنہ تھا۔رومانویت کے ضمن میں آپ جن موضوعات کو زیرِ بحث لائے ہیں وہ اپنی طرز کے منفرد مضامین ہیں۔جن میں آپ کی رومانویت اپنے عصر سے خمیر اٹھاتی ہوئی معاصرین سے بلند ہو جاتی ہے۔’’اردو تنقید کا رومانوی دبستان‘‘ ڈاکٹر صاحب کی وہ شہرۂ آفاق کتاب ہے جس نے ادبِ اُردو کے رومانوی مزاج قاری کو اطمینان بخشا۔کیونکہ لفظ ’’رومان‘‘ کی مانند ’’رومانویت‘‘ کی گتھی بھی اس سے پہلے سلجھ نہیں سکی تھی۔اس کتاب میں آپ نے رومانویت کی پراسراریت کو وا کیا ہے۔اس کتاب میں انھوں نے مغرب میں رومانوی تحریک کے پس منظر میں اس کا تعارف اور لفظ رومان کے مطالب و ماخذ کی نشان دہی کی ہے مزید برآں مغرب میں رومانیت کے آغاز و ارتقا اور اہم یونانی و یورپی ادیبوں اور دانشوروں کے ہاں رومانوی اثرات کی دریافت کی۔رومانوی تنقید کے سلسلے میں انھوں نے قدیم اردو تنقید اور اس میں رومانوی عناصر کا پتا لگانے کے ساتھ ساتھ رومانوی تنقید کے اہم ناقدین مثلاً آزادؔ، شررؔ، شبلیؔ وغیرہ کے ہاں رومانویت کی کھوج لگائی ہے۔آپ کے نزدیک اُردو میں رومانوی تنقید کے علم بردار شیخ عبدالقادر، مہدی افادی، عبدالرحمان بجنوری، نیاز فتح پوری اور صلاح الدین احمد ہیں۔اسی طرح مجنوں گورکھپوری، فراق گورکھپوری اور عبدالماجد دریابادی کی رومانوی تنقید پر آپ نے سیر

حاصل بحث کی ہے۔

ڈاکٹر محمد خاں اشرف اُردو تنقید کے رومانوی دبستان سے تعلق رکھتے ہیں تاہم اس کے ساتھ ساتھ ان کے یہاں عمرانی اور جمالیاتی دبستانوں کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ان کی ایک اہم تنقیدی کتاب ''اُردو ادب تحقیقی وتنقیدی مطالعہ'' کے حصہ اوّل میں بھی زیادہ تر رومانوی تحریک کے حوالہ سے مضامین شامل ہیں۔''مطالعات اقبال'' میں علامہ اقبال کو بھی رومانویت کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اقبال پر مغربی رومانوی شعرا کے گہرے اثرات موجود ہیں جنھوں نے ان کے قلب وذہن پر قبضہ جما لیا تھا اور اقبال اپنی شاعری کے تمام ادوار میں اسی رومانویت کے زیر اثر رہے۔ لکھتے ہیں:

> ''رومانویت کی نوخیز، متحرک، نمو پذیر اور خلاق مابعد الطبیعیات کے جس تصور کی بنیاد گوئٹے نے رکھی تھی اقبال نے اس کو تخلیقی فعالیت کی متغیر اور عظیم الشان منزل تک پہنچا دیا......اقبال کی شاعری نے جہاں اردو ادب وفن کو کلاسیکیت کے جبر سے آزاد کرا کے رومانویت کی بے کراں وسعتوں سے روشناس کرایا، اس کے فکر وفلسفہ نے یونانی اور ہندوستان کی ساکن اور میکانکی مابعد الطبیعیات کو شکست وریخت کر کے اس کی جگہ رومانویت کے متحرک، ہر دم متغیر اور لامنتہا طور پر خلاق اور فعال تصورات کو فروغ دیا جو انسانی فکر وفن کی تاریخ میں ان کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔''(۱)

ڈاکٹر محمد خاں اشرف کی کتاب ''وَلی۔ تحقیقی وتنقیدی مطالعہ'' میں اردو شاعری کے باوا آدم وَلی دکنی کے بارے میں مختلف ناقدین کے مضامین کو یک جا کیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں مختصر تعارف پیش کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے کہ اس کتاب میں ایسے مضامین کا انتخاب کیا گیا ہے جن میں وَلی کی زندگی اور فن کے اہم گوشوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ بہر حال اس کتاب کی حیثیت تنقیدی کم اور تحقیقی زیادہ ہے۔اس کے علاوہ آپ کے جستہ جستہ مضامین مختلف جرائد میں شایع ہوتے رہے اور ہو رہے ہیں۔جن میں ان کی تنقیدی بصیرت نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ایسا ہی ایک مضمون ''جدیدیت کے چار تناظر'' معیار، اسلام آباد میں شائع ہوا جس میں انھوں نے جدیدیت کے مباحث کو ایک نئی صورت میں پیش کر کے اس بات پر زور دیا ہے کہ جدیدیت کو سمجھنے کے لیے ہمیں زمانی اور مکانی اعتبار سے انسانی نظامِ فکر کی تاریخ کے وسیع عرصے پر پھیلے ہوئے مظاہر اور ان کے باہمی اختلاف کو سمجھنا ہوگا۔اس مضمون میں ڈاکٹر محمد خاں اشرف کے یہاں عصری شعور کی نشاندہی بھی ہوتی ہے۔انھوں نے جدیدیت کو روایتی، تاریخی، عینی اور فنی حوالوں سے دیکھتے ہوئے ان کے باہمی ارتباط پر روشنی ڈالی اور اس کی مرکزیت کو دریافت کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''روایتی جدیدیت کسی بھی صورت میں کہیں بھی ظاہر ہو سکتی ہے۔تاریخی جدیدیت انسان کی تاریخ میں ایک ہی دفعہ ظہور پذیر ہوئی ہے۔عینی جدیدیت انسان کی وحدت وعظمت کے خواب کا اظہار تھی اور فنی جدیدیت اس خواب کے شکستہ ٹکڑوں پر اُستوار ہوئی ہے۔''(۲)

مجموعی اعتبار سے ڈاکٹر محمد خاں اشرف اپنے عہد اور اس کے تقاضوں سے پوری طرح باخبر ہیں اور سماجی شعور سے پوری طرح بہرہ ور ہیں۔ان کی تنقید اِسی تناظر میں ہمارے سامنے آتی ہے۔آپ کی تنقید میں جھول اور تعصب نہیں بلکہ آپ ادب

برائے ادب کے نظریے کے تحت خالص ادبی روایات کے علمبردار ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ عمرانی و مارکسی دبستانِ تنقید سے تعلق رکھنے والے ناقدین کی تنقید یک طرفہ ہو جاتی ہے مگر ڈاکٹر صاحب کی تنقید اس تقصیرِ ادبی سے مبرّا ہے۔ عصرِ حاضر کے نشیب و فراز سے آپ نے اپنی تنقید کو ایک مربوط اکائی کے طور پر خالص ادب سے ملا دیا ہے اور اسے کسی مقصد کے تابع نہیں ہونے دیا کیونکہ اس جدید عہد میں ادب کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے بڑی خوبصورتی سے برتا جاتا ہے تاہم اس عہد کا ایک ادبی تقاضا یہ بھی ہے کہ ادبی اقدار کو زندہ رکھا جائے اور مقصدیت کی زَد سے بچایا جائے تو آپ نے اس عصری تقاضے کو بصورتِ احسن پورا کیا۔ اسی لیے آپ کی تنقید وقت کے تیز دھارے میں بہنے کی بجائے اپنی الگ شناخت رکھتی ہے۔ کیونکہ آپ کی رومانویت کی تنقیدی جڑیں ادب کی دھرتی میں گہرائی تک موجود ہیں۔ آپ اردو میں رومانویت کا سراغ لگاتے لگاتے عہدِ تذکرہ نگاری تک پہنچ جاتے ہیں اور اپنی رومانویت کو ماضی و حال سے متصل کر دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک:

> ''اس میں شک نہیں کہ یہ تذکرے اپنے دور کے کلاسیکل رجحانات کا آئینہ ہیں لیکن حسنِ اتفاق سے اس کلاسیکل دور کا اہم ترین پہلو ''ذوقِ ادب'' یا ''ذوقِ سخن'' تھا۔ یہ ایسا دور تھا جب شعر و شاعری کا مذاق وسیع ترین سماجی و معاشرتی دائرے پر محیط تھا اور شعر و شاعری کا مذاقِ جمیل دراصل ایک ''رومانوی'' عنصر ہے۔ لہٰذا ان تذکروں کی وساطت سے ہم تک اس دور کی انفرادی رومانویت کی کچھ مثالیں ضرور پہنچ جاتی ہیں۔'' (۳)

مغرب کی تحریک رومانویت سے قطع نظر آپ نے رومانویت کو اپنی اصل سے جوڑا ہے۔ یوں آپ کی رومانویت قدیم و جدید کا سنگم ہے۔ اگرچہ آپ کی رومانویت مغرب سے حظ اٹھاتی ہے تاہم وہ بھی اکتساب کی حد تک، نہ کہ تقلید۔ یوں آپ کی رومانویت کلاسیکل رومانویت ہوتے ہوئے بھی جدید رومانویت بنتی ہے تاکہ اپنی شناخت قائم رکھے اور اپنی اصل سے جڑی رہے۔ عربی زبان کی ایک کہاوت ہے کہ ''وقت تلوار کی مانند ہے، اگر اسے نہیں کاٹو گے تو یہ تمھیں کاٹ دے گا'' گویا کہ وقت ایک قاتل بھی ہے محض وجود کا ہی نہیں، تہذیب و ادب کو بھی زخمی کر دیتا ہے۔ اردو ادب میں ایسی صورتحال کئی سالوں تک جاری رہی تاوقتیکہ وقت کی تیز تلوار سے ادب و روایات کا دفاع کرنے والے محمد خاں اشرف نے رومانوی ادب کا احیا کیا تاکہ رومانویت کو دوامِ مسلسل نصیب ہو۔

حوالہ جات

۱۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، اُردو ادب۔ تنقیدی و تحقیقی مطالعہ، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص: ۷۰

۲۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، جدیدیت کے چار تناظر، مشمولہ: معیار، تحقیقی مجلّہ، شمارہ: ۸، اسلام آباد: بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، جولائی۔ دسمبر ۲۰۱۲ء، ص: ۱۶

۳۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر، اردو تنقید کا رومانوی دبستان، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص: ۲۰۲

☆......☆......☆